کھیل اور ورزش کے متعلق
اسلام کا فلسفہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲؍مارچ ۱۹۸۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

آج سے باسکٹ بال ٹورنامنٹ شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے میں جو کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کا فلسفہ ہے اس پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

کھیلیں محض کھیلیں نہیں اور کھیل اور کھیل میں بھی فرق ہے۔ بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کھیلتے ہیں صرف ورزش کرنے کے لئے اور ورزش میں جو ایک لذت بھی ہے اسے اٹھانے کے لئے۔ بعض لوگ کھیلتے ہیں پیسے بنانے کے لئے۔ مثلاً ٹینس کے جو بین الاقوامی مقابلے ہوتے ہیں ان میں بعض دفعہ فسٹ آنے والے کو چھ لاکھ روپیہ، آٹھ لاکھ روپیہ مل جاتا ہے۔ سیکنڈ آنے والے کو بھی کافی روپے ملتے ہیں۔ جو باکسنگ ہے مُکّہ بازی ان میں جو دنیا میں اوپر نکلے ان کو اس سے بھی کہیں زیادہ پیسے مل جاتے ہیں۔ ان کی کھیل کھیل کے لئے نہیں بلکہ ان کی زندگی کھیل کے لئے ہے یعنی وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ہم کھیلیں اور پیسے بنائیں۔ بعض کھیلیں ہیں جو اپنے ملک کے شہریوں کو خوشی پہنچانے کے لئے کھیلی جاتی ہیں، بڑی مقبول ہیں مثلاً رگبی (Rugby) ہے وہ انگلستان میں، ساؤتھ امریکہ کے بہت سارے ملکوں اور اب کچھ حد تک یورپ میں بھی رگبی فٹ بال مقبول ہو رہا ہے۔ جو ہمارا فٹ بال ہے جو ہم کھیلتے ہیں اپنے ملک میں بھی اس کو ساکر (Soccer) کہتے ہیں انگریزی میں۔ وہ رگبی فٹ بال جو ہے وہ اور

ہی کھیل ہے۔ بڑی سخت ہے، بڑے مضبوط جسم وہ کھیل کھیل سکتے ہیں۔ جو کھیلنے والے ہیں وہ اپنے جسم کو مضبوط کرتے ہیں کسی اعلیٰ مقصد کے لئے نہیں صرف کھیلنے کے قابل بنانے کے لئے۔

اسلام کا یہ فلسفہ نہیں۔ اسلام نے ہمیں یہ سکھایا اور سورۃ فاتحہ میں یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار بنیادی صفاتِ باری کی جو تفسیر کی ہے اس میں ایک پہلو، تسلسل میں ایک ایسا مضمون اپنے اندر رکھتا ہے جس میں جسمانی صحت، ورزشیں وغیرہ شامل ہو جاتی ہیں۔

اسلام کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العلمین ہے۔ جو چیز بھی اس نے اس عالمین میں پیدا کی اس کی ربوبیت کی ذمہ داری اس کے اوپر ہے۔ ہر چیز کو مناسبِ حال قوتیں عطا کیں اور ہر قوت کے مناسبِ حال غذا یا دوسری ضروریات جو ان کی نشوونما کے لئے چاہئیں تھیں وہ مہیا کیں۔ انسانوں کے لئے خاص طور پر پیدائشِ نوعِ انسانی سے پتا نہیں کتنے کروڑ سال پہلے سے ایسی اشیاء کی پیدائش کا سامان کیا جو انسان کو کئی کروڑ سال بعد چاہیئے تھا۔ تو جو صفتِ ربوبیت ہے اس کا تعلق مخلوق کی ہر شے سے ہے۔ رب کے معنی عربی میں ہیں پیدا کرنے والا اور صحیح نشوونما کے سامان پیدا کر کے کمال مقصود تک پہنچانے والا۔ مثلاً (عام مثال میں لے لیتا ہوں سب کو سمجھانے کے لئے) ایک اچھا دنبہ چاہیئے ایک صحت مند جسم کی صحت کو قائم رکھنے کے لئے۔ تو دنبہ پیدا کیا اس نے اور اس کو صحت مند رکھنے کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت تھی وہ پیدا کر دی۔ اس لئے کہ تمام اشیاء آخرکار انسان کی خدمت پر لگی ہوئی ہیں۔ تو اسلام کہتا ہے کھیلو اس لئے کہ کھیلنے کے نتیجہ میں تمہارے اجسام کی، تمہارے جسموں کی نشوونما اس طور پر ہو کہ تم وہ بوجھ برداشت کر سکو جو دوسری تمہاری صلاحیتوں کے نتیجہ میں تمہارے جسموں پر پڑنے والے ہیں۔

پہلا بوجھ جو پڑتا ہے جسم کے اوپر، وہ ذہنی میدان میں کوشش کے نتیجے میں۔ آدمی کتاب پڑھ رہا ہوتا ہے اور سارا جسم جو ہے وہ کچھ عرصے کے بعد کمزوری محسوس کرتا ہے۔ غذا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے کہ جو مختلف غذائیں ہیں ان کا اثر اخلاق پر پڑتا ہے اچھا یا برا۔ کچھ لوگ نئی سائنس کو جاننے والے اس نکتے کو سمجھنے لگے ہیں کچھ ابھی تک بھی نہیں سمجھتے لیکن اخلاق تو تیسرے نمبر پر آتے ہیں، اس سے پہلے ذہنی

قوتیں اور صلاحیتیں ہیں۔ تو بعض غذائیں ایسی ہیں جو ذہنی قوتوں اور صلاحیتوں پر اثر انداز ہوتی ہیں مثلاً بادام ہے مثلاً اخروٹ ہیں۔ بہت ساری چیزیں ہیں جن کے کھانے کے نتیجے میں ذہنی کام کرنا جو ہے اس میں مدد ملتی ہے اور ذہن تیز ہو جاتے ہیں غذا کے نتیجے میں اور بعض غذائیں ایسی ہیں جو ذہن کو کند کرتی ہیں۔ ان میں سے زیادہ چکنائی کا کھانا ہے، ان میں سے توازنِ غذا کو توڑ کر زیادہ گوشت کا استعمال ہے۔ تو کہنے کو کھانے کی چیز ہے اور اثر ڈال رہی ہے طالب علم کی پڑھائی پر، اس کے ذہن کے اوپر۔

تو یہ جو ربوبیت ہے اس میں ہر چیز کے لئے ایسے سامان پیدا کئے گئے ہیں کہ جو اس کی صحیح نشوونما کریں اگلی صلاحیتوں کی، جو بعد میں بلندی کی طرف لے جانے والی ہیں۔ تو جسمانی صحت کے بعد ذہنی قوتیں اور طاقتیں اور استعدادیں اور صلاحیتیں ہیں تو اسلام کہتا ہے کہ ایسی کھیلیں کھیلو کہ تمہارے جسم ذہنی طور پر صحیح اور بہترین نشوونما حاصل کرسکیں۔

جس وقت جسم کی طاقت اور ذہن کی بلندی شامل ہو جائیں تو اچھے اخلاق کو مدد ملتی ہے۔ یہ جس کو ہم خلق، اخلاق کہتے ہیں اس کا بڑا تعلق ذہن سے بھی ہے اور جسم سے بھی ہے مثلاً اپنے بھائیوں کی مدد کرنا۔ وہ شخص جو بیمار پڑا ہو، بیمار جسم ہے اس کا اور گھر سے باہر نکلنا بھی اس کے لئے مشکل ہے، وہ بیواؤں اور یتیموں کے گھروں پر جا کر ان کی مدد کے لئے کیا کرسکتا ہے؟ دل تو اس کا کرتا ہے اگر نیکی ہے اس میں لیکن جسم اس کا انکار کر رہا ہے۔ اگر یہ خواہش ہو کسی مسلمان کے دل میں کہ میں دنیا میں چکر لگاؤں اور اسلام کی جو تعلیم اور حسن، اس کی روشنی ہے اور اسلام کے جو اخلاق ہیں وہ اس حصۂ انسانیت تک پہنچاؤں جو ابھی اسلام میں داخل نہیں تو اس کے لئے جسم کی بھی ضرورت ہے کہ اتنی طاقت ہو اور اس کے لئے ذہن کی بھی ضرورت ہے کہ علم میں اتنا آگے بڑھ جائے کہ علمی میدان میں وہ لوگ، جنہیں میں مفلوج کہا کرتا ہوں بعض حصے ان کے نشوونما حاصل کر چکے ہیں، بعض نہیں کرسکے، ان کے پاس جا کے کامیابی کے ساتھ ایسی باتیں کرے، ایسے رنگ میں اسلام ان کے سامنے پیش کرے کہ وہ اس کے حسن سے متاثر ہوسکیں اور جب تک جسم صحیح طور پر نشوونما حاصل نہ کرے اور ذہن اپنی کامل رفعتوں تک نہ پہنچے اور اخلاق اپنے کمال کو نہ پائیں روحانیت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور روحانیت کے لئے انسان کو پیدا کیا

گیا ہے۔اس لئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں اپنے احمدی بچوں کو، نوجوانوں کو اور ان لوگوں کو جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں کہ کھیلیں، اس لئے کھیلو تا کہ تم خدا تعالیٰ کا زیادہ قرب حاصل کر سکو۔ کیونکہ جس طرح چار منزلہ مکان جو ہے اس کی پہلی منزل بہت مضبوط بنیادوں کے اوپر قائم ہونی چاہیئے۔ جو میں بات کر رہا ہوں وہ جسم ہے۔تو اگر پہلی منزل مضبوط بنیاد پر قائم ہی نہیں ہوگی تو دوسری منزل کو وہ سہار ہی نہیں سکے گی۔ اگر اتنی مضبوط نہیں ہوگی کہ تین منزلوں کا بوجھ وہ سنبھال لے تیسری منزل نہیں بن سکے گی۔ اگر اتنی مضبوط نہیں ہوگی بنیاد کہ وہ چار منزلوں کا بوجھ سنبھال سکے تو چار منزلیں نہیں بن سکیں گی اور چوتھی منزل تک تو ہماری زندگی کا مقصود ہے پہنچنا۔

اس لئے اسلام یہ فلسفہ ہمارے سامنے رکھتا ہے کہ کھیلو اس لئے محض نہیں کہ کھیل میں ایک لذت ہے، کھیل میں خود صحت ایک سرور انسانی جسم میں پیدا کرتی ہے۔اس لئے نہ کھیلو کہ تم نے پیسے بنانے ہیں۔اس نیت سے نہ کھیلو کہ تم نے لوگوں کے لئے خوشی کا سامان پیدا کرنا ہے۔اس لئے کھیلو کہ تم نے خود ان ذمہ داریوں کو جو بہت ہی عظیم ہیں، جو بہت وزنی ہیں، جو بہت ضروری ہیں، جو بہت ارفع ہیں اٹھا سکو۔اگر تم اپنی کھیل کے نتیجے میں اپنے جسموں میں یہ قوت پیدا نہیں کرتے تو تمہارا دوڑنا اور جسم کو مضبوط بنانا اس سے مختلف نہیں ہوگا جس طرح ایک ہرن یا ایک شیر جو ہے وہ کھانے کے بعد ورزش کرتا اور اپنے جسم کو مضبوط بناتا ہے اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں نے ایک جگہ پڑھا کہ شیر بعض دفعہ جانور مار کے تو من، ڈیڑھ من گوشت کھا جاتا ہے ایک وقت میں لیکن من۔ ڈیڑھ من گوشت کو ہضم کرنے کے لئے پھر وہ پچاس میل چلتا ہے اور پھر کھانا کھاتا ہے پچاس میل کے بعد۔تو اس کی زندگی کا چکر ہی یہ ہے کہ اتنا زیادہ گوشت کھالو پھر پچاس میل چلو پھر اس کو ہضم کرلو پھر نئے سرے سے بھوک لگے اتنا گوشت کھانے کی۔ لیکن انسان میں اور شیر میں فرق ہے اور انسان میں اور لومڑ میں فرق ہے۔ وہ اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے ورزش کرتے ہیں۔بعض دفعہ انسان سے زیادہ ورزش کرتے ہیں جیسا کہ میں نے شیر کی مثال دی لیکن اس سے آگے ان کا قدم نہیں بڑھتا۔ انسان نے تو آگے قدم بڑھانا ہے۔انسان نے تو صحت جسمانی سے ایک قدم آگے بڑھ کے اپنے ذہنوں میں جلا پیدا کرنی

ہے اور پھر اور قدم آگے بڑھانا ہے اور اپنے اخلاق میں ایسا حسن پیدا کرنا ہے کہ جس حسن میں دنیا کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس نظر آئے۔ پھر ایک اور قدم آگے بڑھانا ہے اور اپنے خدا کے پیار کو حاصل کرنا ہے روحانی میدان میں اور اس پیارے کی یہ آواز سننی ہے کہ:۔

’جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو‘

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو چار بنیادی صفات اللہ تعالیٰ کی بیان کی گئی ہیں، ان کے متعلق جو روشنی ڈالی ہے اپنی تفسیر میں مختصراً میں اس کو لیتا ہوں کیونکہ اصل جوڑ میرے دماغ نے انہی کے ساتھ باندھا ہے ان باتوں کا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (الفاظ میرے ہیں کیونکہ میں نے نقل نہیں کئے، مفہوم نوٹ کیا ہوا ہے) فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین ہے یعنی پیدا کرنا اور کمال مطلوب تک پہنچانا تمام عالموں میں جاری وساری ہے۔ اس میں انسان میں اور دوسری چیزوں میں فرق نہیں بلکہ حیوانات سے بھی آگے چلتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں یہ ربوبیت باری تمام ارواح واجسام حیوانات میں، نباتات میں، جمادات وغیرہ پر مشتمل ہے اسے آپ نے فیضانِ عام کا نام دیا اور یہ جو تقسیم کی ہے آپ نے، نباتات وجمادات کا ایک گروپ اور اجسام وحیوانات کا دوسرا اور ارواح کا تیسرا اس میں یہ شکل بنتی ہے کہ اس سارے عالمین میں وہ اشیاء جن کا تعلق نباتات وجمادات سے ہے مثلاً کا نین، کیلشیم اس کے اندر نمک آجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ جو نباتات ہیں کھیتیاں ہیں، یہ درخت ہیں، یہ جنگل والے درخت ہیں، یہ پھل والے درخت ہیں یہ ساری چیزیں جو ہیں یہ نباتات میں آتی ہیں۔ یہ ساری کی ساری چیزیں حیوانات کی خدمت کر رہی ہیں، حیوانات واجسام کی خدمت کر رہی ہیں اور جو حیوانات واجسام ہیں یعنی حیوانات کے اجسام، وہ سارے کے سارے آگے انسان کی خدمت کر رہے ہیں، تو کچھ خدمت نباتات وجمادات اجسام وحیوانات کی وساطت سے انسان کی کر رہے ہیں۔ نباتات وجمادات کچھ خدمت بالواسطہ نہیں، بلاواسطہ ارواح کی یعنی انسان کی جس کو خدا تعالیٰ نے قائم رہنے والی روح عطا کی ہے اس کی کر رہے ہیں۔ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثية:۱۴) کہا گیا ہے۔

تو رب العالمین کی ربوبیت کا تعلق تمام اجسام سے ہے، ہر چیز جو مخلوق ہو اور ارواح سے بھی ہے اور تمام اجسام جو ہیں وہ ایک جہت کی طرف جا رہے ہیں۔ پہلے وہ ملتے ہیں انسانی زندگی کے ساتھ۔ پھر انسان کی جو ہے کوشش اور تگ و دو اور دوڑ یہ ہے کہ وہ اپنے ذہن میں روشنی پیدا کرے، اچھے اخلاق کا مالک ہو، روحانی میدان میں اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرے اور اپنے لئے ایک ایسی پیاری، خوشحال ابدی زندگی پائے جو مرنے کے بعد ملتی ہے انسان کو۔

تو ہم کھیل اس لئے کھیلتے ہیں کہ ہمارے لئے جنت میں جانا آسان ہو جائے۔ ہم وہ بوجھ اٹھا سکیں جن بوجھوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ جنت میں بھیجنے کے سامان پیدا کرتا ہے اپنے فضل سے۔

یہ جسمانی استعدادیں اور صلاحیتیں جو ہیں ان کا تعلق ربوبیتِ رب العالمین سے ہے۔

دوسرے ہیں ذہنی صلاحیتیں، ان کا تعلق خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمٰن سے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

ہر جاندار کو جس میں انسان بھی شامل ہے اس کے مناسبِ حال صورت اور سیرت بخشی۔ جن قوتوں اور طاقتوں کی ضرورت تھی یا جس قسم کی بناوٹ جسم اور اعضا کی حاجت تھی وہ سب اس کو عطا کر دیئے۔

تو صفتِ رحمانیت کا تعلق سارے جانداروں سے ہے، حیوانات سے ہے اور تمام حیوانات کم یا زیادہ ذہن رکھتے ہیں، فوری نتیجہ نکالا۔ شکاری جانتے ہیں کہ ہرن جب شکاری کے سامنے جھاڑیوں میں سے نکل کے آتا ہے تو اسے ایک سیکنڈ سے زیادہ وقت نہیں لگتا یہ نتیجہ نکالنے میں کہ یہاں مجھے خطرہ ہے اور اس پھرتی سے وہ گھومتا اور پھر جھاڑیوں میں غائب ہو جاتا ہے۔ اس کا تعلق ذہن سے ہی ہے نا۔ اس کے گھٹنوں سے یا اس کے پیروں سے یا اس کے سینگوں سے تو نہیں اس کا تعلق۔ لیکن سب سے زیادہ ذہن اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کیا۔ بہرحال رحمانیت کا تعلق جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فیضانِ عام فرمایا، تمام حیوانات سے ہے کیونکہ اس کا تعلق ذہنی صلاحیتوں سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی رحمانیت سے سب سے زیادہ حصہ ملا۔ ہر چیز اس کی کامیابی کے لئے قربان ہو رہی ہے۔ اس

واسطے انسان کو ایسا ذہن ملا کہ اس کائنات کی ہر چیز سے جو اس کی خدمت پر مقرر کی گئی ہے فائدہ اٹھا سکے اور کام لے سکے۔

رحمانیت کا تعلق ذہنی صلاحیتوں سے ہے۔ رحیمیت کا تعلق اخلاقی استعدادوں سے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے فیض خاص کہتے ہیں اور اس کا تعلق صرف انسان سے ہے۔ صرف انسان ہے جو با اخلاق یا بد اخلاق ہے۔ جب مثلاً شکاری پر ریچھ حملہ کرتا ہے (ایسے علاقوں میں شکاری جاتے ہیں جہاں ریچھ رہتے ہیں، ان کے شکار کے لئے) تو کبھی انسان ریچھ کا شکار کر لیتا ہے کبھی ریچھ انسان کا شکار کر لیتا ہے۔ تو جب ریچھ حملہ کرتا ہے انسان پر تو کوئی دنیا کا انسان اسے بد اخلاق نہیں کہتا۔ اسے خونخوار جانور تو کہتا ہے لیکن اخلاق کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ وہ اس کی فطرت جو ہے، رحمانیت نے جو اس کو ایک دیا ہے کہ جہاں خطرہ ہے اس کا مقابلہ کر اپنی زندگی بچانے کے لئے، اس لئے وہ حملہ کرتا ہے لیکن اس کو ہم اچھے خلق والا یا بد اخلاق نہیں کہہ سکتے۔ جو مرغی آپ ذبح کر کے کھاتے ہیں اسے نہیں کہہ سکتے کہ بڑی اچھی، اخلاق والی دیکھو انسان پر قربان ہوگئی۔ مرغی کا اخلاق کے ساتھ کیا تعلق؟ اخلاق کا تعلق صرف انسان سے ہے اور خدا تعالیٰ کی صفتِ رحیمیت سے ہے اس لئے کہ اب یہاں قائم رہنے والی روح کا ایک بنیادی ہلکا سا تعلق ہو گیا پیدا۔ یعنی ایک ایسا فعل جس کے نتیجہ میں استحقاق پیدا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ کے پیار کے حصول کا۔ ملتا نہیں لیکن حقدار بن جاتا ہے یعنی اخلاقی نشوونما، روحانی نشوونما کے لئے راہ ہموار کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رحیمیت کے معنی یہ ہیں کہ رحمٰن خدا لوگوں کی دعا اور تضرع اور اعمال صالحہ کو قبول فرما کر آفات اور بلاؤں اور تجزیہ اعمال سے ان کو محفوظ رکھتا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں صرف انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نطق عطا کیا۔ جس طرح میں اس وقت بول رہا ہوں اور جو بھی میرے خیالات ہیں وہ بیان کے ذریعے آپ تک پہنچا رہا ہوں، اس کو کہتے ہیں نطق عطا کیا۔ صرف انسان کو نطق عطا کیا اس معنی میں۔ اشارے کرتے ہیں جانور بھی ایک دوسرے کو۔ مثلاً کوّا کائیں، کائیں کر کے دوسرے کوّوں کو کہتا ہے خطرہ ہے، اڑ جاؤ یہاں سے۔ لیکن وہ بولنا نہیں، وہ نطق نہیں ہے وہ تو رحمانیت کے اندر آ جاتی ہے چیز۔

آپ فرماتے ہیں۔

اس لئے (یہ میں بیچ میں لے آیا ہوں ویسے مضمون سے تعلق نہیں رکھتا لیکن ایک بہت ہی لطیف بات یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ) انسان کا دعا کرنا (یہ اچھی طرح سمجھیں۔ بعض لوگ دعا کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اصل میں تو چوبیس گھنٹے انسان کو دعا میں گزارنے چاہئیں) اس کی انسانیت کا ایک خاصہ ہے جو اس کی فطرت میں رکھا گیا ہے۔

تو جو ہماری فطرت کہتی ہے کہ ہم ہر ضرورت، حاجت، تکلیف یا ایک خواہش کے پورا ہونے کا خیال جب آئے ہم ایک خالق اور مالک، سب قدرتوں والے خدا کی طرف رجوع کریں۔

آپ فرماتے ہیں۔

رحیمیت کے ذریعہ سے استحقاق پیدا ہوتا ہے، جزا نہیں ملتی یعنی ایسے سامان پیدا ہو گئے کہ پھر وہ روحانیت میں ترقی کرے جنت میں جائے اور اس کو جزا ملے۔ ثمرۂ اعمالِ صالحہ حقیقتاً پورے طور پر وہاں ملتا ہے۔ یہاں بھی مل جاتا ہے اس دنیا میں بھی۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ دو جنتیں ہیں۔ ایک کا تعلق چھوٹی سی، محدود سی، کم وسعت والی جنت جس کا تعلق ہماری زندگی سے ہے، اس ورلی زندگی سے اور ایک وہ جہاں اللہ تعالیٰ کا پیار پوری عظمتوں کے ساتھ، انسان کی صلاحیتوں اور استعدادوں کے مطابق ظاہر ہوگا اور ہر قسم کے خوف وہراس سے محفوظ زندگی، خوشحال زندگی، امن والی زندگی، سلامتی والی زندگی، پیار والی زندگی، دکھوں سے محفوظ زندگی اس کو عطا ہوگی اور نہ ختم ہونے والی زندگی ہمیشہ ایک مقام پر نہ ٹھہرنے والی زندگی، خدا تعالیٰ کے پیار میں ہمیشہ زیادتی دیکھنے والی زندگی، ایک وہ جنت ہے۔

تو رحیمیت کا تعلق اخلاقی استعدادوں سے ہے اور جو اوپر کی منزل ہے سب سے اور جو مطلوب ہے پیدائش انسان کا وہ روحانی طاقتیں ہیں۔ روحانی طاقتیں دیں تا کہ انسانی روح جو قائم رہنے والی ہے اپنے مقصود کو پالے یعنی خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق اس کا قائم ہو جائے اور اس کے پیار کو ہمیشہ پالینے والی بنے۔ اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فیضان اخصّ کہتے

ہیں۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی یہ صفت ہے اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی صفت کا فیضان فیضان اخصّ ہے اور یہ استحقاق کے بعد ثمرہ عطا کرنے والی سند ہے۔ جزا ملتی ہے اس سے اور استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے رحم کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی رحیمیت جو ہے اس نے ایسے سامان پیدا کئے کہ انسان اپنے لئے خدا تعالیٰ کے پیار کے حصول کا استحقاق حاصل کر لیتا ہے اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے نتیجہ میں ثمرہ مل جاتا ہے، خالی استحقاق نہیں۔ اب دیکھو نا اس دنیا میں بہت سارے ایم۔اے، بی۔اے ہیں جن کو نوکری کوئی نہیں ملتی لیکن نوکری کا حق ہے ان کا، ملتی نہیں۔ تو رحیمیت استحقاق پیدا کر دیتی ہے مالکیتِ یوم الدین اس کو وہ ثمرہ دے دیتی ہے وہ صفت فیضان اخصّ کی۔

آپ فرماتے ہیں:-

اس کے دو پہلو ہیں۔ وسیع اور کامل طور پر عالمِ معاد (یعنی مرنے کے بعد جو زندگی ہے) میں یہ صفت متجلی ہوتی ہے، اس کا جلوہ ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے اس عالم میں بھی، یہ جو ہماری دنیا، اس عالم کے دائرہ کے موافق یہ چاروں صفتیں جس میں مالک یوم الدین بھی ہے تجلی کر رہی ہیں اور انسان کو زمین سے اٹھا کر آسمانی رفعتوں تک پہنچاتی ہیں اور خدا تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں لا بٹھاتی ہیں۔ قرآن کریم میں ایک جگہ یہی جو ہے ایک حرکت انسان کی یا تنزل کی طرف یا روحانی طور پر رفعتوں کی طرف اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے تو اسے رفعت دینے کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ زمین کا کیڑا بن گیا۔

تو دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زمین کا کیڑا بن جانے سے محفوظ رکھے اور جو اس کی خواہش ہے کہ ہم اس کے پیار کو اپنے مقبول اعمال صالحہ کے نتیجہ میں حاصل کریں، اس میں وہ ہمیں کامیاب کرے۔ آمین۔

اور یہ صفت جو ہے یہ فیض کا ثمرہ بخشتی ہے یعنی وہ مل جاتی ہے۔ جنت مل جاتی ہے مالکیتِ یوم الدین کے نتیجے میں اور اس کے لئے انسان کو ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھنا نہیں بلکہ شروع کرنا ہے اپنے جسم کو مضبوط کرنا خاص مقاصد کے لئے یعنی کھیلنا، کھانے کو ہضم کرنا، جسم میں صلاحیت پیدا کرنا لیکن مقصد دنیا نہ ہو بلکہ دین ہو۔

یہ جو آج کل کھیلیں ہو رہی ہیں نا اس سے مجھے خیال آیا کہ کھیلوں کا فلسفہ آپ کو بتا دوں۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارا ذہن کمزور نہ ہو جائے جسم کی کمزوری کے ساتھ، جسم کی بیماری کے ساتھ۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارے اخلاق پر ہمارے دبلے، پتلے نکمے جسم جو بوجھ نہیں اٹھا سکتے وہ بیچ میں روک نہ بن جائیں۔ مقصد یہ ہے کہ اخلاق اچھے ہونے کے بعد ہم روحانیت میں ترقی کرنے والے ہوں۔

اس لئے آج باسکٹ بال کا جو ٹورنامنٹ ہو رہا ہے میرا پیغام ان کے نام یہ ہے ورزش کی روح کو سمجھتے ہوئے کھیلیں کھیلیں۔ یعنی یہی کہ ورزش کے نتیجے میں ہم نے خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اس کی توفیق عطا کرے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کھیلنا بچوں یا جوانوں کا کام ہے۔ غلط ہے اس قسم کی کھیل واقع میں بچوں اور جوانوں کے لئے ہے۔ سمجھ دار، ثقہ، بڑی عمر کے لوگوں کو اس قسم کی کھیل کی ضرورت نہیں لیکن بڑی عمر کے لوگوں کو بھی جنت میں جانے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے اپنی ساری صلاحیتوں اور استعدادوں کی کامل نشو ونما کی ضرورت ہے جس میں جسمانی صلاحیتیں اور استعدادیں بھی شامل ہیں۔ اس واسطے جو بڑی عمر کے ہیں وہ بھی جہاں تک ہو سکے ورزش کریں۔ عمروں کے ساتھ ورزشوں کی شکل بدل جاتی ہے اس میں شک نہیں لیکن عمروں کے ساتھ ورزش کرنے سے نجات نہیں مل جاتی ورنہ تو پھر وہی کسی نے کہا تھا کہ روح تو کہتی ہے کہ یہ قربانی دوں مگر جسم ساتھ نہیں دیتا۔ مومن وہ ہے جس کا قربانی کے وقت ہمیشہ ہی مرتے دم تک جسم ساتھ دیتا ہے اور گھبراتا نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے اور پیار کو ہم حاصل کرنے والے ہوں۔

خطبہ ثانیہ سے قبل فرمایا۔

ایک دعا کے لئے بھی میں نے کہنا تھا۔ دو روز ہوئے میری بڑی بیٹی امۃ الشکور کو جگر کی کسی بیماری کا بڑا سخت حملہ ہوا اور کمزوری بھی ہوگئی۔ دوائیاں دے رہے ہیں۔ اصل تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں شفا ہے۔ وہی شفا دینے والا ہے۔ پہلے تو خیال تھا کہ ایک خاص قسم کی خطرناک بیماری

ہے وہ نہ ہو لیکن لاہور سے جو ٹیسٹ کروایا وہ خاص بیماری تو نہیں لیکن جگر میں کوئی ایسی تکلیف ہوئی ہے۔ بعض دفعہ جگر میں پھوڑا ابھی ہو جاتا ہے بعض دفعہ اور کوئی چیز ہو جاتی ہے جو ابھی تک نہیں پتا لیکن اللہ تعالیٰ کو تو ہر چیز کا علم ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے شفا دے۔ آمین۔

(از رجسٹر خطباتِ ناصر غیر مطبوعہ)